© rasailojaraid.com

قانون بین الممالک کے اصول کے حوالے سے شرعی اور وضعی قانون بین الممالک کے ماہرین کے درمیان امام محمدؒ کا مقام

اسلام میں بین الممالک تعلقات کی بنیاد انسانیت ہے

﴿۳۶۳﴾ اسلام کے قانون بین الممالک کے اصولوں پر ایک نظر ڈالنے سے، جس طرح امام شیبانی نے ان کی وضاحت کی ہے، اور میں نے گزشتہ فصل میں ان اصولوں پر اظہارِ خیال کیا ہے، نیز جس طرح میں اس باب کی پہلی فصل میں قانونِ وضعی پر گفتگو کر چکا ہوں، درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

اوّل: اسلام کے قانون بین الممالک کے اصول گروہ اور نسلی تعصّبات سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھے وہ انسانی احترام پر مبنی ہیں نہ کہ نسل، زبان یا عقیدے پر، پس بنی نوع انسان اُمتِ واحدہ اور ایک ہی برادری ہے، جو حقوق اور ذمہ داریوں میں باہم یکساں ہے۔ کمزور کے مقابلے میں طاقتور کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ تعاون اور مدد کا رویہ اختیار کرے، نہ کہ تحکم اور تذلیل کا۔ اس لحاظ سے یہی وہ اصول ہیں، جنہوں نے عالمی طور پر انسانوں کے درمیان عدل و انصاف پر مبنی ایسے امن وسلامتی کو یقینی بنایا ہے جس میں طرف داری، جانبداری اور عدمِ انصاف کا شائبہ تک نہیں۔

جہاں تک اپنی اصل صورت میں وضعی قانون بین المالک کے اصول کا تعلق ہے، وہ اس کے باوجود کہ قانونی فکر نے خوب ترقی کی اور انسانی و عالمی لحاظ سے انتہائی وسعتوں سے آشنا

☆التاسیس خیر من التاکید☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی، مگر وہ مذہب، نسل اور رنگ کا امتیاز کیے بغیر مختلف ملکوں کے درمیان مساوات کا اصول تسلیم نہیں کرتی۔

یاد رہے کہ انتہائی خطرناک سیاسی چال کے طور پر اشتراکیت، سرمایہ داری اور ''غیر جانبداری'' جیسے نظاموں میں دنیا کی تقسیم نے نئے سرے سے قانون بین الممالک میں گروہ بندی کے وجود کی حوصلہ افزائی کی اور اس گروہ بندی کے مظاہر نئے بین الاقوامی بلاکوں کی صورت میں سامنے آئے۔(۹۰) (جیسے روسی بلاک، امریکی بلاک وغیرہ)۔

دوم: انسانوں کے درمیان تعلقات کی اصل بنیاد صلح و آشتی اور الفت و محبت ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے اسلام نے باقاعدہ طے کر دیا ہے، اس کی دعوت دی ہے اور اسے نظر انداز کرنے سے خبردار کیا ہے۔ دینِ اسلام نے جنگ کو مباح کیا ہے تو وہ صرف ظلم کے خاتمے، زیادتی کے ازالے اور پیغام الٰہی کی امانت کو لوگوں تک پہنچانے کی غرض سے کیا ہے، لہٰذا اس نقطۂ نظر سے یہ جنگ انسانیت کی بقاء کی جنگ ہے، جو اپنے اندر جبر و استبداد، یا وحشت و بربریت کا ادنیٰ شائبہ تک نہیں رکھتی، اور نہ قوموں کو غلامی کی جکڑ بندیوں میں قید کرنے اور ان کے شرف و عزت کو خاک میں ملانے کا پروگرام رکھتی ہے۔

لیکن وضعی قانون بین الممالک بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ بین الممالک تنازعات کی صورت میں جنگی کارروائی کی حوصلہ شکنی کی جائے، مگر یہ رویہ اس خوفناک تباہی کا نتیجہ تھا جس سے دوسری عالمی جنگ میں انسانیت دوچار ہوئی۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ وضعی قانون بین الممالک جس نتیجے پر پہنچا، نہ تو ملکوں نے اس کی کوئی پروا کی اور نہ اسے کسی اہمیت اور احترام کا مقام ہی دیا۔ ہمیشہ جنگ ہی وہ قانون رہا جس کی طرف بین الممالک مسائل میں رجوع کیا جاتا تھا، اور جنگ کا یہ قانون ہمیشہ جاری رہا: ''قوت ہی سچائی اور حق تخلیق کرتی ہے، وہی اس کا تحفظ کرتی ہے اور وہی ہر تنازع کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔'' قوت و طاقت ہی تمام بین الممالک تنازعات کے حل کا ذریعہ بنی رہی، باوجود یکہ بین الاقوامی ادارے اور ان کی جنرل کونسلز وجود میں آ چکی تھیں اور ان کی قرار دادیں جاری ہو چکی تھیں۔

---

(۹۰) آثار الحرب فی الاسلام، وہبہ الزحیلی، ص ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کے بین الممالک تعلقات کا عقیدے سے ربط و تعلق

سوم: اسلامی قانون بین الممالک کے اصول عقیدے کے ساتھ انتہائی گہرا ربط تعلق رکھتے ہیں۔ عقیدہ ان کا لازمی جزو ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے اسلامی معاشرے، حکومت اور افراد کی جانب سے عقیدے کو پورا پورا احترام دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ شخصی اطمینان وابستہ ہوتا ہے۔

رہے وضعی قوانین، جن میں قانون بین الممالک بھی شامل ہے، تو ان کا قوموں اور افراد کے عقائد سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ عموماً ذاتی محرک کے لحاظ سے انھیں احترام حاصل ہوتا ہے۔ یہ امر قانون بین الممالک کے حوالے سے تو مزید گھمبیر ہے، کیوں کہ اس کے بعض ماہرین کے خیال میں یہ لازمی نہیں ہے،(۹۱) بلکہ ان کے نزدیک یہ ملکوں اور قوموں کے عقائد کی سیاسی و اقتصادی خواہشات کے آگے رکاوٹ ہے، اور یہ ایسی خواہشات ہیں جنھیں جنگی قوت کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۷ء میں ہمارے (مسلم) مماک کے خلاف ظالمانہ کارروائیاں، ہند چینی اور افریقی نو آبادیات میں مظالم اس بات کی صاف اور واضح دلیل ہیں کہ وضعی قانون بین الممالک ناقص ہونے کی وجہ سے اپنے قواعد کو عملی جامہ پہنانے میں احترام اور صدق کے مقام سے محروم ہے۔

جب ہم بین الممالک معاہدات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام ان کی پابندی اور ان کی شرائط کی پاسداری کی تاکید کرتا ہے اور دھوکا دہی اور مکرو فریب سے زور دار طریقے سے روکتا ہے۔ وہ قومی مصلحت کی بناء پر معاہدات توڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان سب باتوں کا مقصد انسانوں کے درمیان عدل و انصاف کے اصولوں کو عملاً جاری کرنا اور اسلام کی اشاعت کرنا ہے۔ تمام مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر خشیت الٰہی اور اطاعتِ خداوندی کی بناء پر از خود معاہدوں کی پوری طرح پابندی کرتے ہیں۔

لیکن یہ امر بین الاقوامی عرف کے حوالے سے یکسر مختلف ہے، کیوں کہ بین الاقوامی عرف ومزاج کے مطابق یہ معاہدات طاقت کا ہتھیار ہیں، جن کے ذریعے قوی کمزور کی گوشمالی کرتا

(۹۱) نظم الحرب فی الاسلام، استاذ جمال الدین عباد، ص ۳۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور اسے ذلیل کرتا ہے۔ ان معاہدات کی حیثیت کاغذ کے ایک ٹکڑے سے زیادہ نہیں ہے، جنھیں کسی بھی وقت رد کیا جاسکتا ہے، حتیٰ کہ ان کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ان کی دھجیاں بکھیری جاسکتی ہیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں بعض ملکوں نے بلجیم کی غیر جانب داری پر اتفاق کیا۔ جرمنی نے چاہا کہ بلجیم کی حدود سے اپنی فوج گزار کر فرانس سے جنگ کرے، مگر بلجیم نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انگلستان نے جرمنی کے رویے پر احتجاج کیا اور دھمکی دی کہ اگر جرمنی نے بلجیم کی غیر جانبداری کا پاس نہ کیا تو وہ جنگ کرے گا۔ جرمنی کے وزیر خارجہ نے انگلستان کے جواب میں کہا کہ بادشاہ سلامت کی برطانوی حکومت کے عزائم خطرناک ہیں، بادشاہ سلامت کو جس چیز نے جنگ کی دھمکی دینے کا حوصلہ دیا ہے، وہ محض کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے کسی علاقے کی غیر جانبداری کے بارے میں معاہدے یا اتفاق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔(۹۲)

پس معاہدات جب کسی قوم اور حکومت کے مفادات سے ٹکراتے ہیں تو وہ اس کے نزدیک محض کاغذ کے ٹکڑے ہوتے ہیں جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور مصلحت و مفاد اس صورت میں جنگ کرنے اور آزادی سلب کرنے میں ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وضعی قانون بین الممالک کے قواعد کا، جو معاہدوں کی پابندی کرنے کی دہائی دیتے ہیں، افراد اور اقوام کے ضمیر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے اپنے مفادات کی خاطر سب بے ضمیر ہو جاتے ہیں۔

چہارم: اسلام کے قانون بین الممالک کے اصول آج کے شخصی قانون (پرسنل لاء) کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ ایک غیر مسلم اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے معاملات اور حدود میں تو احکامِ اسلام کا پابند ہوگا، مگر مذہبی عقائد سے متعلق امور میں احکامِ اسلام کا پابند نہیں ہوگا۔ یہ مذہبی آزادی کا تصور ہے، جس کی ضمانت اسلام نے تمام انسانوں کو دی ہے۔

خاص وضعی قانون بین الممالک کے ماہرین بعض حالات میں شخصی قانون کی رعایت رکھنے کو لازم قرار دیتے ہیں، لیکن تمام قومیں اور ممالک اب تک اس کے لازم ہونے پر متفق نہیں ہو سکے۔ استعماری اقوام نے شخصی قانون (پرسنل لاء) کے نظریے کو گھر کی لونڈی بنا رکھا ہے، اس

(۹۲) مجلۃ منبر الاسلام، ربیع الآخر ۱۳۸۶ھ، ص ۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے یہ قانون کے نام پر امتیازات میں تبدیل ہوگیا ہے جو دوسری قوموں کی سیادت وکرامت اور حق حکمرانی سلب کرلیتا ہے، جیسا کہ مصر میں انگریزی تسلط کے دور میں ہوا۔

پنجم: قانون بین المما لک کے اصول مقرر کرنے میں اسلام کو وضعی قانون بین المما لک پر سبقت حاصل ہے۔ اس قانون سے تو انسانیت دورِ حاضر میں متعارف ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کی جڑیں قدیم ہیں، مگر یہ عملی طور پر صحیح قانونی اندازِ فکر کا آئینہ دار نہیں رہا۔

جب اسلام آیا تو لوگ انار کی اور انتشار کی حالت میں تھے، ان پر کسی قانون کی حکمرانی نہیں تھی۔ ظہور اسلام کے بعد یورپ جو فکری، تمدنی اور سیاسی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، طویل مدت تک اسی حالت میں رہا۔ اسلام اللہ کا عطا کردہ نظامِ زندگی تھا، جس نے انسان کو اس کی تکریم، آزادی، امن و استقرار اور سعادت وخوش بختی سے بہرہ مند کیا۔ یہ دونوں جہانوں پر مبنی تھی۔ اس سرسری تقابل سے اتنی بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ دینِ اسلام نے جو مختلف قوانین انسانیت کو عطا کیے ہیں، صرف وہی تنہا پوری انسانیت کے لیے خیر وفلاح کا یقینی راستہ ہیں۔

امام محمدؒ: قانون بین المما لک کے بانی

﴿۳۶۴﴾ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام محمدؒ وہ واحد فقیہ ہیں جنھوں نے اسلام کے قانون بین المما لک کے اصول کے بارے میں پوری شرح و بسط سے لکھا ہے۔ آپ سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے نہیں لکھا، اس لیے آپ کو بجا طور پر اسلام کی بین الاقوامی قانونی فکر کا بانی شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں امام موصوف کو گروتیس ولندیزی پر بھی سبقت حاصل ہے جو اہل یورپ کے ہاں آٹھ صدیوں سے زائد عرصے سے قانون بین المما لک کا بانی اور باوا آدم شمار کیا جارہا ہے۔ گروتیس کی وفات ۱۶۴۵ء میں ہوئی، جب کہ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ/۸۰۴ء میں ہوئی ہے۔ اس بناء پر امام شیبانی پوری دنیا میں قانون بین المما لک کے مؤسس اور بانی قرار پاتے ہیں۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ(۹۳) گروتیس کے متعلق بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے امام محمدؒ کی کتاب السیر الکبیر کا مطالعہ کرکے وہی اساسی قواعد نقل کردیے ہیں جنھیں

(۹۳) عبدالحمید بدوی (نامور ماہرِ قانون، متوفی ۱۹۶۵ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام محمدؒ نے بین الممالک تعلقات کے ضمن میں تحریر کیا ہے، اور اس نے یہ قواعد اپنی طرف منسوب کر لیے ہیں۔ بہرحال دلندیزی قانون دان نے السیر الکبیر کا مطالعہ کر کے اس کا منہج اختیار کرتے ہوئے اسی کے قواعد کو نقل کیا ہو، یا اُس نے یہ کتاب ہی نہ پڑھی ہو، یا وہ سرے سے اس سے متعارف ہی نہ ہو، یہ ایک حقیقت ہے کہ امام شیبانی گروتیس سے ایک طویل عرصہ پہلے گزرے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب میں شریعتِ اسلامی کے اصلی مصادر پر اعتماد کیا ہے اور ان امور و مسائل کو زیر بحث لائے ہیں جنھیں آپ سے پہلے دور حاضر کے سوا کسی دور میں مسلمان اور غیر مسلم فقہاء زیر بحث نہیں لائے۔ گروتیس نے اپنی کتاب میں طبیعی قانون پر اعتماد کیا ہے، لہٰذا امام شیبانی پوری دنیا میں بلا اختلاف قانون بین الممالک کے مؤسس اور بانی ہیں۔

امام شیبانی کا صرف اتنا احسان ہی نہیں کہ وہ قانون بین الممالک پر لکھنے والی اوّلین شخصیت ہیں، بلکہ آپ کا فضل و کمال قانونی فکر کے میدان میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ قانون بین الممالک امام محمدؒ کے تحریر کردہ قانون بین الممالک کے مقابلے میں کسی طرح بھی جدید نہیں ہے۔

طلبہ مدارس اسلامیہ و اہل قلم کے لئے

اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ شمارے سے انشاء اللہ "فقیہ ماہِ رواں"

کے عنوان کے تحت ہر ماہ ایک مضمون فقہاء کرام میں سے کسی ایسے فقیہ کی خدمات جلیلہ پر شامل اشاعت کیا جائے گا جن کی ولادت یا وصال یا کسی اہم تصنیف یا واقعہ کے حوالے سے اس ماہ سے ان کی نسبت ہو۔ آپ اس عنوان پر لکھنا چاہیں تو مضمون لکھ کر مجلس ادارت کو ارسال کر سکتے ہیں۔ موصول ہونے والے مضامین میں سے سب سے اچھا لکھا ہوا مضمون شامل اشاعت کیا جائے گا۔ (مجلس ادارت)

© rasailojaraid.com